اِنَّ الفَضلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیہِ مَن یَّشَاءُ

عَسٰٓی اَن یَّبعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحمُودًا

روزنامہ

الفضل ربوہ

یوم جمعہ

۱۷ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ

فی پرچہ ۱۰

جلد ۴۸/۱۳ | ۱۸ فتح ۱۳۳۸ ہش - ۱۸ دسمبر ۱۹۵۹ء | نمبر ۲۹۸

قادیان کے جلسہ کی پہلی رپورٹ

جلسہ کی بابرکت ابتداء

قریباً بارہ سو احمدی احباب نے شرکت فرمائی

از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

قادیان سے عزیزم مرزا وسیم احمد سلمہ ناظر دعوۃ و تبلیغ تار کے ذریعہ اطلاع دیتے ہیں کہ:۔

قادیان کے جلسہ سالانہ کا آغاز ۱۵ دسمبر کی صبح کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے پیغام سے ہوا جو حضور نے ازراہ کرم اس موقعہ پر ربوہ سے ارسال فرمایا تھا پاکستان سے ۲۰۵ اصحاب نے شرکت فرمائی۔ جن میں سے اکثر قافلہ میں شریک ہو کر گئے تھے۔ اور بعض جداگانہ طور پر تشریف لائے تھے۔ ان کے علاوہ بیس احباب بیرونی ممالک کے زائرین تھے۔ اور دو سو پچیس دوست بھارت کے مختلف حصوں سے آکر شریک ہوئے اور قریباً سات سو قادیان کے احمدی شامل ہوئے۔ ہندو اور سکھ حاضرین ان کے علاوہ تھے۔

جلسہ کے شروع میں حضرت صاحب کی کامل شفایابی کے لئے دعا کی گئی۔ احباب کرام جلسہ کی کامیابی اور اس کی غیر معمولی برکات کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار:۔ مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۶/۱۲/۵۹

جلسۂ قادیان کے پہلے دو دن

قادیان سے عزیز مرزا وسیم احمد سلمہ اللہ ناظر دعوۃ و تبلیغ بذریعہ تار مزید اطلاع دیتے ہیں کہ جلسہ قادیان کے پہلے دو دن کی کارروائی خدا کے فضل سے کامیاب رہی۔ حاضری تسلی بخش تھی۔ آج جلسہ کا تیسرا اور آخری دن ہے۔ احباب کرام جلسہ کے کامیاب اختتام اور اہل قافلہ کی بخیریت اور بامراد واپسی کے لئے دعا فرمائیں۔ قافلہ انشاء اللہ ۱۹ دسمبر کی شام کو لاہور واپس پہنچے گا۔

خاکسار:۔ مرزا بشیر احمد ربوہ ۱۷/۱۲/۵۹

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

— از محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ربوہ —

ربوہ ۱۷ دسمبر سوا دس بجے صبح

کل دن بھر حضور کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر رہی۔ رات نیند آگئی مگر وقفوں کے ساتھ آئی۔ اس وقت عام طبیعت بہتر ہے

احباب جماعت نہایت درد و الحاح کے ساتھ حضور کی کامل شفایابی کے لئے دعاؤں میں لگے رہیں۔

خاکسار:۔ (ڈاکٹر) مرزا منور احمد ربوہ

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کی صحت

ربوہ ۱۷ دسمبر۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کو کل ٹھنڈی ہوا کے باعث کلائی میں درد کی تکلیف رہی۔ احباب جماعت و صحابہ کرام کی خدمت میں خاص طور پر دعا کی درخواست ہے:

خاکسار:۔ (ڈاکٹر) مرزا منور احمد ربوہ

دلی مراد

درخت وہی سرسبز اور آفات و آلام سے محفوظ رہ سکتا ہے جس کا تنا اس کی شاخوں اور برگ و بار کے مقابلہ میں اس قدر مضبوط و توانا ہو کہ وہ فاستغلظ فاستوی علیٰ سوقہ کا مصداق قرار پائے اس کے بغیر اس کی بقا اور ترقی ہمیشہ خطرہ میں رہتی ہے۔ پاکستان کی جماعتیں احمدیت کے شجرہ طیبہ کے واسطے تنے کا حکم رکھتی ہیں۔ ان کی کمیت و کیفیت میں ترقی و مضبوطی ہی سلسلہ عالیہ کے درخشندہ مستقبل کا نشان کہلا سکتی ہے۔ پس اگر آپ اس تنے کو سینچنے اور پرورش کرنے کے خواہشمند ہیں تو دل کھول کر وقف جدید کی امداد فرمائیں۔ تاکہ آپ کی دلی مراد پوری ہو۔ آمین

(ناظم مال وقف جدید انجمن احمدیہ)

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر الفضل ربوہ سے شائع کیا۔

ایڈیٹر:۔ روشن دین تنویر بی۔ اے، ایل ایل۔ بی

روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۱۸ر دسمبر ۱۹۵۹ء

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے

لقد خلقنا الانسان فی
احسن تقویم ثم رددناہ
اسفل سافلین الا الذین
اٰمنوا و عملوا الصالحات
فلھم اجر غیر ممنون

یعنی تحقیق ہم نے انسان کو بہترین ہیئت میں پیدا کیا ہے پھر ہم نے اس کو انتہائی پستی کی طرف لوٹا دیا سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کئے۔ ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے

اسلام کے نزدیک ہر انسان پیدائشی طور پر معصوم اور بے گناہ ہوتا ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ دنیا کی تمام قومیں بچے کو فرشتہ سے تشبیہ دیتے ہیں اور اس کو گناہ سے بری سمجھتے ہیں اور اگر کسی شخص کی معصومی کی مثال دینی پڑتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ بچہ کی طرح معصوم ہے عجیب بات ہے کہ عیسائیت پیدائشی گناہ کی قائل ہے اور اس کے مطابق حضرت آدمؑ اور حضرت حوا نے جو شجر ممنوعہ کا استعمال کیا تھا۔ گناہ انسانی نسل کے ساتھ ہمیشہ کے لئے چمٹ گیا ہے اور کوئی بچہ نہیں ہوتا۔ جس میں یہ اولین گناہ کا اثر نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے باوجود جو فرشتوں کی تصویریں بنائی جاتی ہیں ان کو انسانی بچپن کی حالت میں دکھایا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عملاً عیسائی بھی بچہ کی معصومیت کے قائل ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک نہایت اعلیٰ صفت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ وہ بچوں کو بہت پیار کرتے تھے جس کا مطلب صاف یہی ہے کہ آپ بچوں کی معصومیت کے مداح تھے۔

اسی طرح دوسرے مذاہب میں بھی بچہ کی معصومیت ضرب المثل سمجھی جاتی ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ فطرتاً بچہ کو گناہ سے پاک سمجھا جاتا ہے۔ اس حقیقت سے قرآن کریم کے الفاظ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کی صداقت اقوام کے تجربہ سے بھی ثابت ہوتی ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چند الفاظ میں اس حقیقت کو نہایت فصاحت و بلاغت سے بیان کر دیا ہے کہ انسان بے گناہ اور معصوم پیدا ہوتا ہے یہی نہیں بلکہ لفظ "تقویم" ایک نہایت وسیع المعنی لفظ ہے اور کم سے کم اس کا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں شروع ہی سے اعلیٰ اوصاف رکھ دیے ہیں جس طرح آم کی گٹھلی میں آم کا پودا درخت بننے کے پورے تقاضے موجود ہوتے ہیں اسی طرح ہر انسانی بچہ میں جو پیدا ہوتا ہے نیکی کا بیج موجود ہوتا ہے اور جس طرح آم کی گٹھلی جب بوئی جاتی ہے اس کے امکانات کا حصر اس ماحول پر ہوتا ہے۔ جس میں وہ بوئی جاتی ہے یعنی اس مٹی کی تاثیر بھی جس میں وہ بوئی جاتی ہے اس کو متاثر کرتی ہے اور اس کے مطابق پودا پرورش پاتا ہے اسی طرح بچہ بے گناہ اور معصوم اور تمام نیکی کے اوصاف رکھتے ہوئے پیدائش کے بعد اپنے ماحول سے متاثر ہوتا ہے اور اگر وہ اپنے قوی ارادہ کے غیر مناسب ماحول پر فتح پاتا ہے تو وہ ایک اچھا جوان۔ ادھیڑ اور بوڑھا انسان بنتا ہے اور اگر وہ بُرے ماحول پر قابو نہیں پا سکتا تو وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ اس حالت کو اللہ تعالیٰ نے

ثم رددناہ اسفل
سافلین۔

کے فصیح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ وہ گرتے گرتے پستی کی گہرائیوں میں گر جاتا ہے اور بعض اوقات اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اس پر "ختم اللہ علیٰ قلوبہم" کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے چاہ ضلالت میں گر جاتا ہے جب کوئی قوم کی قوم اس حالت میں ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی سُنت ہے کہ وہ ایسے بندے پیدا کرتا ہے جو انقلاب لاتے ہیں اور ان میں جو سعید ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آتے ہیں اور نیک اعمال کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

الا الذین اٰمنوا و
عملوا الصالحات

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لے آتے ہیں اور نیک اعمال بجا لاتے ہیں وہ اسفل سافلین کی پستی سے ابھر آتے ہیں اور اپنی اصل فطرت یعنی احسن تقویم کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے "اجر غیر ممنون" کا انعام رکھا ہے۔

جب سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مبعوث ہوئے تو دنیا کی خاص طور پر عرب کی یہی حالت ہو چکی تھی کہ قوموں کی قومیں اسفل سافلین کی طرف لڑھکتی چلی جا رہی تھیں جب آنحضرت صلعم نے حق کا نعرہ بلند کیا تو انسانیت میں ایک زلزلہ سا رونما ہو گیا جو بدبخت تھے وہ اور بھی چاہ ضلالت میں گر گئے لیکن انسانوں کی ایک کثیر تعداد اپنی فطرت "احسن تقویم" کی طرف لوٹ آئی ایمان لے آئے اور نیک اعمال بجا لانے لگے۔

اگر ہم مثال کے طور پر عرب کے قبل رسالت اور بعد رسالت زمانوں کا موازنہ کریں تو ہر انسان فوراً دونوں زمانوں میں زمین و آسمان کا فرق محسوس کرے گا پہلے جہاں ہر عرب گناہوں اور بدیوں کا دلدادہ بنا ہوا تھا اور برے کام کو اختیار کرنے پر فخر کرتا تھا انقلاب کے بعد انہیں عربوں کا ایک کثیر طبقہ بالکل بدل گیا ہے۔ جہاں وہ پہلے بدی اور برائی کے پیکر تھے بعد میں نیکی اور خیر کے مجسمے بن گئے۔ ان کی ضمیریں جو سوئی ہوئی تھیں یکدم بیدار ہو گئیں اور یہ حالت ہوئی جہاں وہ گناہ کو گناہ نہیں بلکہ وجہ افتخار سمجھتے تھے اب گناہ سے اتنے نفور ہو گئے کہ بعض حالتوں میں اپنے گناہ کے بدلے میں شرعی سزا کے خود طالب بن گئے۔ اور خود آ کر گناہ کی سزا کا مطالبہ کرنے لگے۔ چنانچہ صدر اول کی تاریخ میں ایسے کئی واقعات بیان کئے گئے ہیں کہ مرد اور عورتیں سنگساری جیسی سزا بھگتنا سہل سمجھنے لگے تھے۔ لیکن اپنے گناہ کے ساتھ زندہ رہنا گوارا نہ کر سکتے تھے۔

اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ دراصل انسان فطرتاً بے گناہ اور معصوم پیدا ہوتا ہے بعد کے حالات سے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔ لیکن جب یہ چوٹ پڑتی ہے اور فطرتی معصومیت بیدار ہوتی ہے۔ تو وہ انسان میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ اور اسکو از سر نو بچہ کی معصومیت کا جامہ پہنا دیتی ہے۔ یہ اس وقت ہو سکتا ہے۔ جب جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انسان فطرتاً احسن تقویم میں بنایا گیا ہے۔ اور انسان کی سرشت میں معصومیت رکھی گئی ہو گناہ کی زندگی کے بعد نیکی کی طرف لوٹنے کی کوئی اور وجہ ہو ہی نہیں سکتی

اب اس سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں ہے کہ اگر انسان گمراہی کی زندگی کے بعد نیکی کی طرف پلٹنا چاہے تو پلٹ سکتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسول بھیجتا رہا ہے اگر انسان اولین معصومی کی طرف لوٹ نہ سکتا تو ایسے الٰہی رہنماؤں کی بعثت لاحاصل ٹھہرتی۔ آج پھر دنیا بحیثیت مجموعی احسن تقویم کے مقام سے بہت دور چلی گئی ہے اور گمراہی کی پستیوں میں گرتی چلی جاتی ہے تاہم آج بھی اس کا بہت بڑا امکان ہے کہ بدبختوں کو چھوڑ کر دنیا پھر اپنی اصل سرشت کی طرف لوٹ آئے چنانچہ آج بھی ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ پرلے درجہ کے گناہوں میں غرق انسان ایک ذرا سی ٹھیس سے بحال ہو گئے ہیں۔ ذیل کے واقعہ سے اسکی تصدیق ہوتی ہے:۔

"کراچی کی ایک عدالت جمی ہوئی تھی فاضل مجسٹریٹ مقدمات کا فیصلہ کر رہے تھے کہ جانی نامی ایک نوجوان کمرۂ عدالت میں داخل ہوا۔ ایک چاقو مجسٹریٹ کی میز پر رکھا اور عدالت سے درخواست کی کہ وہ اس کے گناہوں کی داستان سنے فاضل مجسٹریٹ نے نوجوان پر نظر ڈالی وہ تقریباً ۲۵ برس کا ایک لحیم شحیم نوجوان تھا آنکھیں سُتی ہوئی اور پریشان تھیں جیسے انہیں کئی روز سے سونا نصیب نہ ہوا ہو۔ وضع و ہیئت سے وہ ایک عادی مجرم نظر آتا تھا لیکن چہرے سے ندامت اور اضطراب کے آثار ہویدا تھے فاضل مجسٹریٹ نے پُروقار لہجہ میں کہا ــــ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟

اس نے اپنی داستان سناتے ہوئے کہا ــــ میں ایک گنہگار مجرم ہوں میں نے بے شمار مفلسوں کو شکار بنا کر اُن کا خون چوسا ہے۔ لیکن اب میرا ضمیر جاگ اٹھا ہے میں اپنے گناہوں پر سخت نادم و شرمسار ہوں اور عدالت سے میری مؤدبانہ التجا ہے کہ میرے ان ہاتھوں کو کٹوا دے جن سے میں مکروہ کاموں میں حصہ لیتا رہا ہوں یا مجھے گولی مار دے۔ جانی نے عدالت کو مزید بتایا کہ میں نے بہت سے جرائم کا ارتکاب کیا ہے اور ان کی پاداش میں کئی بار جیل جا چکا ہوں گذشتہ جون میں میں آخری بار جیل سے رہا ہوا تھا۔ رہا ہونے کے بعد میں نے اپنا دھندا پھر شروع کر دیا۔ کوئی پانچ روز پہلے کی بات ہے میں نے ایک آدمی کی جیب کاٹی اور نیپیر روڈ پر جا کر اس رقم کو شراب و کباب میں اڑا دیا۔ وہاں سے میں کسی اور شکار کی تلاش میں دوبارہ لی مارکیٹ گیا۔ تو میں نے دیکھا ایک جگہ بہت سے لوگ جمع ہیں۔ میں نے ان لوگوں کے درمیان دیکھا کہ وہی شخص زار و قطار رو رہا تھا جس کی میں نے کچھ دیر پہلے جیب کاٹی تھی۔ وہ رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرا بچہ مر گیا ہے اس کی لاش گھر پر (باقی صفحہ ۸ پر)

وَاذْکُرْ فِی الْکِتَابِ اِبْرَاھِیْمَ ۵ اِنَّہٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا ۵

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسلوبِ بیان

از مکرم مولانا ابو العطاء صاحب فاضل

ذیل کا مقالہ مجلس مذاکرہ علمیہ جامعہ احمدیہ کے ایک خاص اجلاس میں پڑھا گیا تھا۔ اس کی افادیت کے پیش نظر اسے پمفلٹ کی صورت میں بھی شائع کیا گیا ہے جو مکتبہ الفرقان ربوہ سے ۳/ فی کاپی کے حساب سے منگوایا جا سکتا ہے۔ (ادارہ)

ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کلدانیوں کے شہر۔ اُور (علاقہ عراق) میں پیدا ہوئے تھے۔ اُور کے معنے نور کے ہیں۔ بائیبل کے مطابق ان کی ولادت کا زمانہ بابل کے اس مشہور واقعہ کے بعد کا زمانہ ہے "جب خداوند نے وہاں ساری زمین کی زبانوں میں اختلاف ڈالا" (پیدائش ۹/۱۱) گویا آج سے قریباً سوا چار ہزار برس قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک بُت پرست اور ستارہ پرست گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ بچپن سے ہی زیرک اور ہوشیار ہونے کے علاوہ خالص موحّد تھے ان کی فطرت شرک اور بُت پرستی سے سخت بیزار تھی۔ والد کی وفات کے بعد ان کے چچا نے اپنی آغوشِ محبت میں انہیں پالا تھا اسے خیال تھا کہ ہونہار بھتیجا کل کو اس کے کام آئے گا۔ اور اس کے کاروبار۔ بُت فروشی کو فروغ دے گا۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اپنے بچپن سے ہی اس کاروبار سے متنفر تھے۔ اور ان کی طبیعت ابتدا سے ہی بت پرستی کا سختی سے انکار کرتی تھی۔ ایک مشہور روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے چچا کے حکم سے اپنے زمانۂ طفلی میں اپنے چچیرے بھائیوں کے ساتھ بُت فروشی کی دوکان پر بیٹھے تھے اور ایک سفید ریش بوڑھے مشرک نے دوکان سے مٹی کا بنا ہوا بت خریدا اور اس کی عبادت کرنے لگ گیا۔ تو حضرت ابراہیمؑ نے عجیب انداز میں مسکراتے ہوئے اس بوڑھے سے کہا کہ تو اس سفید داڑھی کے ساتھ اس بُت کے آگے سرنگوں ہو رہا ہے۔ جسے ابھی کل بنایا گیا ہے۔ اور ابھی ابھی فروخت کے لئے اسے دوکان پر لایا گیا ہے۔ اس دل میں کھب جانے والی طنز نے اس بوڑھے بت پرست کو دل برداشتہ کر دیا اور وہ بُت چھوڑ کر چل دیا۔

اس واقعہ سے حضرت ابراہیمؑ کی طبیعت کی اٹھان ظاہر ہے اور اس سے ان کے طرزِ کلام پر بھی ایک روشنی پڑتی ہے۔ سچ ہے ؎

ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مقام نبوت و رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ نسلِ آدمؑ شرک کی دلدل سے باہر نکالیں۔ اب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی ساری قوتیں اور جملہ صلاحیتیں اس مشن کے لئے وقف کر دیں اور وہ شب و روز نورِ توحید کے پھیلانے میں منہمک ہو گئے۔

انبیاء علیہم السلام آسمان انسانیت کے درخشندہ ستارے ہوتے ہیں جو سماوی نشانات اور منقولی و معقولی براہین کے ذریعہ بھولی بھٹکی بشریت کو راہِ حق پر لانے میں کوشاں رہتے ہیں۔ زمانوں اور قوموں کے تقاضے الگ الگ ہوتے ہیں۔ زمانوں اور قوموں کے فہم و ادراک کے معیار علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ نبی اپنی امت کا باپ ہوتا ہے۔ وہ ان کی ہمدردی میں سراپا محو ہوتا ہے۔ وہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ اس کے مخاطب اس کی بات کو پوری طرح سمجھ جائیں۔ اور اس کا بیان ان کے دل کی گہرائیوں تک پہنچ جائے۔ اس لئے وہ ہر قسم کے تکلف اور تصنع سے مبرا کلام کرتا ہے۔ اور دل پر اثر کرنے والی باتیں بیان کرتا ہے۔ سادہ سادہ جملوں سے جو دل میں اترتے جاتے ہیں وہ اپنے مطالب کو ادا کرتا ہے۔ بایں ہمہ اس کی عبارت نہایت فصیح اور معیاری ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے وقت میں اپنی قوم کی زبان کا پیمانہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وما ارسلنا من رسولٍ الّا بلسان قومہ لیبیّن لھم فیضل اللّٰہ من یّشاء ویھدی من یشاء وھو العزیز الحکیم

(ابراہیم ۴)

کہ ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا ہے تا وہ ان کے سامنے اپنی منشاء کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دے۔ اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ ہر قوم کے کامل معیار کے مطابق نبی اپنے مطالب کو ادا کرتا ہے تا اتمامِ حجت میں کسر نہ رہ جائے اس لئے ہر زمانہ میں بیان کے جتنے طریق متعارف ہوتے ہیں اور جو اندازِ بیان رواج پذیر ہوتا ہے نبی اسی کو اختیار کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس طریق بیان اور اندازِ صراحت میں ایسی اعلیٰ درجہ کی قادر کلامی عطا فرماتا ہے جس کے سامنے ان کے دشمن گنگ رہ جاتے ہیں اور انہیں انبیاء کا لوہا ماننا پڑتا ہے۔ ہمارے اس بیان کا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ نبی اپنے زمانہ کے نام نہاد متکلمین کا مقلد ہوتا ہے یا وہ اپنے سے پہلے اصطلاحی علم کلام کا طالب علم ہوتا ہے اور اس فن کے ماہرین کے مقرر کردہ ڈگر پر چلتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ ہمارا منشاء صرف یہ ہے کہ نبی کو عوام اور خواص کے اذہان تک پہنچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص قوت بیان عطا کی ہوتی ہے اور اسے ایسی فراست عطا کی جاتی ہے کہ اس کی موقع اور محل گفتگو مُردہ دلوں کے لئے آبِ حیات کا حکم رکھتی ہے۔ سعادت مند قلوب میں اس سے زندگی کی لہر پیدا ہو جاتی ہے اور معاند صفت مخاطب بھی لاجواب ہو کر چپ ہو جاتے ہیں۔ انبیاء کا یہ طریق بیان مختلف ہوتا ہے۔ انبیاء کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ خود اپنے اپنے وقت میں خاص روحانی علم کلام کے موجد ہوتے ہیں۔ کبھی تو ہمیں دکھائی دیتا ہے کہ ایک نبی اپنے کلام میں اتنی تمثیلات استعمال کرتا ہے اور اس کثرت سے مجازات و استعارات لاتا ہے کہ بیگانے تو بیگانے خود اپنے حواری تعجب سے پوچھتے ہیں کہ

"تو ان سے تمثیلوں میں کیوں باتیں کرتا ہے؟ اس نے جواب میں ان سے کہا اس لئے کہ تم کو آسمان کی بادشاہت کے بھیدوں کی سمجھ دی گئی ہے مگر انہیں نہیں دی گئی"

(متی ۱۳ / ۱۰-۱۱)

اور کبھی اپنے مخاطبین کو اپنے اشعار اور موزوں کلام سے وقت کے بہترین انداز میں مخاطب کر رہا ہوتا ہے داؤد علیہ السلام کی زبور اور سلیمانؑ کی غزل الغزلات اور امثال کی کتاب اس بارے میں نمونہ ہیں۔ غرض ہر نبی اپنے وقت کا حقیقی [illegible] کلام ہوتا ہے اور آئندہ کے لئے اسی کا کلام معیار قرار پاتا ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا۔ ہمارے سید و مولیٰ حضرت افصح العرب والعجم حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے خوب فرمایا اُوتیتُ جوامع الکلم۔ مجھے

کلماتِ طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اگر دنیا بیک دستور ماندے
بسا اسرار ہا مستور ماندے

"انسان پر بعض عجیب و غریب اوقات اور حالتیں وارد ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں سے ایک ہم و غم کی حالت بھی ہے۔ ان اختلاف حالات اور تغیر و تبدیل اوقات سے اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب قدرتیں اور اسرار ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

اگر دنیا بیک دستور ماندے
بسا اسرار ہا مستور ماندے

جن لوگوں کو دنیا میں ہم و غم نہیں پہنچتا اور جو اس وجہ سے اپنے آپکو بڑے ہی خوش قسمت اور خوشحال سمجھتے ہیں جیسے کہ مدارس میں سلسلہ تعلیم کے ساتھ یہ بھی لازمی رکھا گیا ہے کہ ایک خاص وقت تک تمام لڑکے ورزش بھی کیا کریں۔ اس ورزش اور قواعد سے جو بچوں کو سکھائی جاتی ہے۔ سررشتہ تعلیم کے افسروں کا یہ مدعا و منشا تو ہو نہیں سکتا کہ انہیں کسی لڑائی کے لئے تیار کیا جائے۔ اور نہ یہ کہ ان کا وقت ضائع کیا جائے۔ بلکہ اس کا اصل مدعا و منشا یہ ہوتا ہے کہ وہ اعضاء جو حرکت کو چاہتے ہیں۔ اگر انہیں بالکل بیکار چھوڑا جائے تو ان کی تمام طاقتیں اور نشوونما زائل اور ضائع ہو جاتی ہیں۔ جسے ورزش کے ذریعہ سے پورا کیا جاتا ہے۔ ورزش کرنے سے گو بظاہر اعضاء کو تکلیف اور تکان ہوتی ہے۔ لیکن آخرکار وہی ان کی پرورش اور صحت کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ فطرت انسانی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ تکالیف کو بھی چاہتی ہے۔ تاکہ اس کے جملہ قویٰ کی تکمیل ہو جائے۔ اسی وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہوتا ہے۔ جبکہ وہ انسان کو بعض وقت ابتلا میں ڈال دیتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے انسان کی رضا بالقضا اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں۔"

(الحکم جلد ۶ نمبر ۲۵-۲۶)

اللہ تعالیٰ نے جامع اور بہترین کلام بخشا ہے الہامی کلام میں جو نبی کو دیا جاتا ہے وقت کے تقاضوں کے علاوہ نبی کی طبیعت اور سرشت کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔ اس لئے انبیاء کے اسلوب کلام میں تنوع کی ایک بڑی وجہ ان کے لطیف جذبات کے حسین ترین امتزاج کا رنگ بھی ہوتا ہے ؎

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

آج میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسلوب کلام پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آپ یہود نصاریٰ اور مسلمانوں کے ہاں ایک برگزیدہ نبی اور رسول یقین کئے جاتے ہیں۔ اور ان ساری قوموں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو احترام کا خاص مقام حاصل ہے۔ بایں ہمہ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسرائیلی روایات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس شکل میں پیش کیا گیا ہے وہ انسانی فطرت کو زیادہ اپیل کرنے والی نہیں ہے۔

حضرت ابراہیم کے اسلوب کلام کے جاننے کے لئے ہمیں سب سے زیادہ اور مخصوص مدد قرآن مجید سے ملتی ہے پھر احادیث نبویہ سے اور پھر بائیبل سے۔ بائیبل میں انسانی دست برد کی وجہ سے حضرت ابراہیم کے اسلوب کلام کی اس شان کا عشر عشیر بھی نظر نہیں آتا جو قرآن مجید میں درخشندہ طور پر نظر آتی ہے۔ روایت بہرحال روایت ہے اور خدا کا قطعی اور یقینی کلام اپنی امتیازی شان میں نمایاں اور بے مثال ہے۔ راوی حضرات پر حضرت ابراہیم کے اسلوب کلام کی پوری وضاحت نہ ہونے کا ہی نتیجہ ہے کہ بائیبل نے ان کی بعض گفتگوؤں کو نہایت دھندلے طور پر بیان کیا ہے اور احادیث کے راویوں نے بھی اسی تاثر کے ماتحت حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے صدیق اور راستباز ترین مقدس نبی کے بارے میں لم یکذب ابراھیم الا ثلاث کذبات کی طرح کے الفاظ درج کر دیئے ہیں۔ یہ درست ہے کہ بعض بزرگوں نے ان الفاظ کی قرآن مجید کے مطابق تاویل کی ہے اور تاویل درست بھی ہے مگر اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ درحقیقت یہ بے احتیاطی جو راویوں سے ہوئی ہے اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسلوب کلام کو نہ سمجھنے کا بھی بڑا دخل ہے جیسا کہ آگے چل کر میں اس کی وضاحت عرض کروں گا۔

اگر ہم کسی شخص کے اندرونی جذبات اور اس کی طبیعت کے باریک انداز کو جانتے ہوں تو ہمیں اس کے اسلوب کلام کو سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی۔ اس بات کو ملحوظ خاطر نہ رکھنے کے باعث دنیا میں روزمرہ ہزاروں غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور صدہا انسانوں کے باہمی تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک شخص اپنی افتاد طبیعت کے مطابق ذرا مزاح اور مذاق کا عادی ہوتا ہے مگر دوسرا شخص اس کی بات کو سنجیدگی پر محمول کر کے دل میں رنجش پیدا کر لیتا ہے۔ حالانکہ اگر اسے بولنے والے کی طبیعت کا اندازہ ہوتا تو وہ اس کی بات کو اسی رنگ میں لیتا اور بات کچھ بھی نہ ہوتی۔ اس لئے ہر شخص کے اسلوب کلام کو جاننے کے لئے اس کے اندرونی جذبات کا ایک جائزہ لینا ضروری ہے اور اس کی طبیعت کے بہاؤ کو مدنظر رکھنا بھی لازمی ہے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ بہت ہی نرم دل تھے۔ ان کی طبیعت میں بنی نوع انسان کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اوّاہ منیب قرار دیا ہے وہ دوسروں کی خواہ وہ منکر اور کافر ہی ہوں تکلیف کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب قوم لوطؑ پر عذاب کی خبر لانے والے ان کے پاس سے گذرے اور انہیں اس قوم کے تباہ ہو جانے کا تصور ہوا تو ابراہیمؑ سخت بے چین ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یجادلنا فی قوم لوط (ہود ع۷) کہ وہ تو لوطؑ کی قوم کو بچانے کے لئے ہم سے جھگڑا کرنے لگ گیا۔

یہ کتنے پیار کے الفاظ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے پاکیزہ جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔ بائیبل میں الفاظ ذیل میں اس پاکیزہ مجادلہ کی ذرا تفصیل ملاحظہ فرمائیے:۔

"تب ابراہیم نزدیک جا کے بولا کیا تو نیک کو بد کے ساتھ ہلاک کرے گا؟ شاید پچاس صادق اس شہر میں ہوں۔ کیا تو اسے ہلاک کرے گا اور ان پچاس صادقوں کی خاطر جو اس کے درمیان ہیں اس مقام کو نہ چھوڑے گا؟ ایسا کرنا تجھ سے بعید ہے کہ نیک کو بد کے ساتھ مار ڈالے اور نیک بد کے برابر ہو جائیں یہ تجھ سے بعید ہے۔ کیا تمام دنیا کا انصاف کرنے والا انصاف نہ کرے گا؟ اور خداوند نے کہا کہ اگر میں سدوم میں شہر کے درمیان پچاس صادق پاؤں تو میں ان کے واسطے تمام مکان کو چھوڑ دوں گا۔ تب ابراہام نے جواب دیا اور کہا کہ اب دیکھ میں نے خداوند سے بولنے میں جرأت کی اگرچہ میں خاکسار اور راکھ ہوں۔ شاید پچاس صادقوں سے پانچ کم ہوں۔ کیا ان پانچ کے واسطے تو تمام شہر کو نیست کرے گا؟ اور اس نے کہا میں وہاں پینتالیس پاؤں تو نیست نہ کروں گا پھر اس نے اس سے کہا کہ شاید وہاں چالیس پائے جائیں۔ تب اس نے کہا کہ میں ان چالیس کے واسطے بھی نہ کروں گا پھر اس نے کہا میں منت کرتا ہوں کہ اگر خداوند خفا نہ ہوں میں پھر کہوں شاید وہاں تیس پائے جائیں وہ بولا کہ اگر وہاں تیس پاؤں تو میں یہ نہ کروں گا پھر اس نے کہا دیکھ میں نے خداوند سے بات کرنے میں جرأت کی شاید وہاں بیس پائے جائیں۔ وہ بولا میں بیس کے واسطے بھی اسے نیست نہ کروں گا تب اس نے کہا میں منت کرتا ہوں کہ خداوند خفا نہ ہوں تب میں فقط اب کی بار پھر کہوں شاید وہاں دس پائے جائیں۔ وہ بولا میں دس کے واسطے بھی اسے نیست نہ کروں گا۔ جب خداوند ابراہام سے باتیں کر چکا تو چلا گیا اور ابراہام اپنے مقام کو پھرا"

(پیدائش ۱۸/۲۳-۳۳)

اس ساری گفتگو سے عیاں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کے دل میں بنی نوع انسان کے لئے کتنی ہمدردی اور محبت تھی اور کفار کی سزا کے فیصلہ پر بھی سخت مضطرب اور بے چین ہو جاتے تھے۔ پس حضرت ابراہیمؑ کا نبوت و رسالت کے بعد منکرین کی ہدایت اور ان کے ایمان لانے کے لئے غیر معمولی اور والہانہ جذبہ کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ ہر قیمت پر لوگوں کی ہدایت چاہتے تھے اور ہر ممکن گفتگو اور دلیل سے انہیں حق کا گرویدہ بنانا چاہتے تھے گویا انہوں نے اپنے وقت میں اسلوب کلام کے جملہ طریقوں کو اختیار فرمایا اور قوم کے عقیدہ اور سمجھ کے مطابق ان پر اتمام حجت کر دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام میں حقیقت پسندی کے پورے پورے مظاہرہ کے ساتھ اس امر کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے کہ مخاطب کے جذبات کسی طرح مجروح نہ ہوں۔ بخاری شریف میں یہ روایت ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام گاہے ماہے ان کے حالات سے باخبر ہونے کے لئے وہاں تشریف لاتے رہتے تھے اور جب حضرت اسمٰعیلؑ نے شادی کر لی ان دنوں کی بات ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیمؑ گھر پر آئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ شکار کے لئے جنگل میں گئے ہوئے تھے۔ ان کی بیوی حضرت ابراہیم کو شناخت نہ کر سکی۔ آپ نے اپنی بہو سے گھر کے حالات دریافت کئے۔ اس بہو نے کہا "نحن بشرٍ نحن فی ضیق و شدۃ" کہ ہم بہت دکھ اور تنگی میں گذارہ کرتے ہیں۔ اس قسم کی شکایات کا ایک دفتر کھول دیا۔ حضرت ابراہیمؑ وہاں سے چل دیئے اور حضرت اسمٰعیلؑ کے نام پیغام دے گئے کہ میرے سلام کے بعد اسے کہہ دینا

"یغیّر عتبۃ بابہ"

کہ اپنے گھر کی دہلیز تبدیل کر لے"

(باقی)

جماعت احمدیہ کا اڑسٹھواں جلسہ سالانہ

مورخہ ۲۲-۲۳-۲۴ جنوری ۱۹۶۰ء کو

بمقام ربوہ منعقد ہوگا

جماعت احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ امسال حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ کی تاریخوں میں تبدیلی منظور فرمائی ہے اب جلسہ سالانہ ۲۶-۲۷-۲۸ دسمبر ۱۹۵۹ء کی بجائے مورخہ ۲۲-۲۳-۲۴ جنوری ۱۹۶۰ء (بروز جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار) کو ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں جلسہ میں شامل ہوں۔

(ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد ربوہ)

بنیادی جمہوریتوں کی انقلابی سکیم

از مولوی عبدالحق صاحب بانی انجمن ترقی اردو ـــــ کراچی

صاحبو! جنگ آزادی کے بعد ہمارے ملک پر ایک سخت آزمائش کا دور آیا ہے۔ پہلے ہم نے انگریز کی سیاسی غلامی سے نجات حاصل کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان بن گیا۔ آج ہم نے انگریز ہی نہیں بلکہ پورے مغرب کی ذہنی غلامی سے آزاد ہونے پر کمر باندھ لی ہے۔ اور یوں مکمل آزادی کی طرف ایک اور قدم بڑھایا ہے

ذہنی آزادی حاصل کرنا کوئی معمولی کام نہیں اس میں سب سے بڑی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ بہت سے لوگوں کو اپنی ذہنی یعنی روح کی غلامی کی خبر ہی نہیں ہوتی عام آدمی کو تو ویسے ہی سوچنے کی فرصت نہیں ملتی مگر کچھ پڑھے لکھے نوجوان بھی اس بات سے بے خبر ہیں کہ اصل میں ان کے سوچنے سمجھنے کا طرز ابھی تک غلامی کی زنجیروں سے آزاد نہیں ہوا آج سے اٹھارہ برس پہلے اچھے اچھے لوگ۔ پاکستان کے نام سے ہی بدکتے تھے اور اس نام کا مذاق اڑاتے تھے مگر وہ بن کر رہا ممکن ہے آج بھی بنیادی جمہوریت کے نام اور ڈھانچے سے کچھ لوگ حیرت زدہ ہوں۔ لیکن میری بوڑھی آنکھیں صاف دیکھ رہی ہیں کہ بنیادی جمہوریتوں کے بعد پاکستان صحیح معنوں میں آزاد ہونے والا ہے۔ بنیادی جمہوریت کی اسکیم ایک انقلابی اسکیم ہے اور صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ صدر ایوب خاں نے صرف سیاسی انقلاب ہی نہیں کیا بلکہ ذہنی انقلاب پر بھی کمر باندھی ہے۔ یہ عام مہم ہے اور اس مہم کی وجہ سے ہماری زندگی میں طرح طرح کی تبدیلیاں پیش آ رہی ہیں جن میں سے کچھ ہمیں اچھی لگتی ہیں، کچھ بری لگتی ہیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتیں۔ چونکہ انقلاب اصل میں تبدیلی کا دوسرا نام ہے اس لئے اسے سمجھنے اور برتنے کے لئے بہت سی باتیں جاننی ضروری ہیں۔

افسوس کہ پاکستان نام کا ایک ملک تو بن گیا مگر پاکستانی قوم نہیں بن سکی۔ قوم باتوں سے نہیں بن سکتی اسمبلیوں میں تقریروں سے نہیں بنتی پمفلٹوں کے پروپیگنڈے ریڈیو کی تقریروں سے نہیں بنتی روز کی نئی وزارت بنانے سے نہیں بنتی بلکہ ملک میں کام کرنے سے بنتی ہے کام اور صرف کام۔

کام ابتداء سے چلتا ہے۔ کسی کام کی مثال لو۔ تم دیکھو گے کہ اسے کرنے سے پہلے سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک پانچ برس کے بچے کو اسٹیج پر تقریر کے لئے کھڑا کر دو۔ کیا بولے گا۔ یہ مثال آسان ہے۔ مگر غور کے قابل ہے۔ اب جمہوریت کے معاملے پر غور کرو۔ یہ ایک سیدھا سادھا لفظ ہے۔ اس کے عام معنی یہ ہیں کہ لوگ اپنے آپ پر خود حکومت کریں اب یہ بھی سب جانتے ہیں کہ سبھی آدمی روزمرہ کی حکومت کا کاروبار نہیں چلا سکتے بلکہ کاروبار اور نمائندوں کے ذریعے چلایا جاتا ہے اور یہ نمائندے بالغ لوگوں کے عام ووٹ سے چنے جاتے ہیں۔ یہاں تک تو بات بہت سیدھی سادھی ہے لیکن اب غور کرو تو معلوم ہوگا۔ کہ اس ملک میں اب تک اس اصول پر عمل نہیں ہوا۔ بجائے اس کے عوام اپنے نمائندے چنیں۔ نمائندے عوام پر اپنے آپ کو لاد دیتے تھے۔ الیکشن کا وقت آتا تھا تو لیڈر لوگ نعرے لگا کر لالچ دے کر، دھونس ڈال کر، جھوٹے وعدوں کے سبز باغ دکھا کر ووٹ لینے آ جاتے تھے اور ان کے ایجنٹ روپیہ اور موٹریں لئے گھومتے تھے اور تم لوگ ان لوگوں کو ووٹ دیتے تھے جنہیں تم نے نہ کبھی پہلے دیکھا تھا نہ بعد میں دیکھنے کی امید تھی۔ خیر یہ تو جمہوریت کا غلط استعمال تھا۔ اب سنو کہ خود اس جمہوریت میں کیا برائی تھی۔ یہ جمہوریت اس کام کی طرح تھی جسے کرنے والے نے سیکھا نہ ہو اور اسے کام کرنے کی آزادی مل گئی ہو اس سلسلے میں ہمیں انگریزی پارلیمنٹ کی مثال ضرور یاد آئے گی لیکن تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ انگریز قوم ووٹ دیتی ہوئی پیدا نہیں ہوئی تھی یہی حال باقی مغربی قوموں کا ہے۔ وہاں سینکڑوں برس کی تعلیم سائنس کی ایجادات فلسفے کے رواج اور ہزاروں طرح کے کشت و خون کے بعد وہ صورت پیدا ہوئی تھی جسے جمہوری حکومت کہا جاتا ہے اور آج تو وہ بھی دنیا کے بہت سے ملکوں میں سے ختم ہو چکی ہے۔ مثلاً امریکہ میں وزیر اعظم ہوتا ہی نہیں وہاں ایک طرف تو سب لوگ مل کر ایک صدر چن لیتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ اپنے اپنے حلقے سے امریکن کانگرس اور سینیٹ میں نمائندے بھی بھیجتے ہیں۔ روس اور چین میں اور ہی طرح کی حکومت ہے وہاں صرف ایک سیاسی پارٹی ہوتی ہے اور صرف اسی کے نمائندے حکومت کرتے ہیں۔ وہاں مخالف پارٹی ہوتی ہی نہیں فرانس میں بھی کئی دفعہ دستور بدلا جا چکا ہے۔ غرض یہ کہ دنیا بھر کے ملک سینکڑوں برس سے اپنے اپنے مزاج کے موافق جمہوری حکومت کے تجربے کرتے رہے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ جس طرح کی جمہوریت ہمارے ملک میں چل رہی تھی وہ کوئی آسمانی چیز نہیں تھی بلکہ ایک طرف ایسا طریقہ تھا جو ہمیں غلامی کی میراث کے طور پر ملا تھا۔ باقی دنیا اس چکر سے خاصی آگے نکل چکی تھی مگر ہم اس میں مبتلا تھے حالانکہ وہ ہمیں گھن کی طرح کھاتے جا رہا تھا۔ اس کی بڑی خرابی یہ تھی کہ ایک تو ہمارے لیڈر اوپر ہی اوپر سے حکومت کرنا چاہتے تھے اور عوام کے آگے جوابدہی کے لئے تیار نہیں تھے اور دوسری وجہ یہ کہ ہمارے عوام کو تعلیم کی کمی نے اس قابل ہی نہیں رکھا تھا کہ وہ ایک آدمی کو بے جانے بوجھے صرف اخباری خبروں کے ذریعے پہچان لیں وہ تو جیسی رو آتی تھی اس کے ساتھ بہہ جاتے تھے نہ تو انہیں اتنی مہلت ملی تھی کہ تعلیم حاصل کریں اور پھر اپنی سوجھ بوجھ کے مطابق اپنی مرضی کا کام کریں نہ ان کے لئے کوئی پنچایتی یعنی چھوٹے پیمانے پر حکمرانی کی تربیت کا انتظام کیا گیا تھا۔

دماغ میں طاقت دو طرح سے آتی ہے تعلیم سے اور تجربے سے۔ تعلیم پیسے اور محنت سے حاصل کی جاتی ہے۔ تجربہ عمر گزارنے اور کام کرنے سے حاصل ہوتا ہے تعلیم کا معاملہ یہ ہے کہ پاکستان میں سو میں سے اسی آدمی دیہات میں رہتے ہیں اور زیادہ تر ان پڑھ ہیں انہیں تعلیم ملی ہی نہیں۔ جو شہروں میں ہیں وہ بھی زیادہ تر ان پڑھ ہیں۔ اور صرف تجربے کو کام میں لا سکتے ہیں۔ لیکن تجربہ وہاں چلتا ہے جہاں اس کا موقع ہو۔ اب میں اتنا عمر رسیدہ اور تجربہ کار آدمی ہوں لیکن اگر کوئی مجھ سے کہے کہ تم برطانیہ کے فلاں آدمی اور امریکہ کے فلاں آدمی میں سے ایک کو اپنے تجربہ کے بل پر چن لو تو میں کیا جواب دوں گا۔ میں ان میں سے کسی کو بھی نہیں جانتا نہ تو میں ان کے ساتھ رہا ہوں نہ انہیں دیکھا ہے نہ انہیں پرکھا ہے زیادہ سے زیادہ میں نے ان کا نام سن لیا ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ اگر مجھے ان میں سے ایک آدمی چننا ہی پڑتا تو میں اس کے کسی ایجنٹ، اس کے کسی اخبار . . . . اس کے کسی پروپیگنڈے کی وجہ سے ایسا کروں گا لیکن میں اپنی عقل استعمال کر سکوں گا۔ کیونکہ میں اس سے بہت دور رہتا ہوں اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ میں نے اس کا کام نہیں دیکھا۔ مختصراً یہ کہ میں اسے نہیں جانتا ہاں اگر مجھ سے میرے شہر یا محلہ کے دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا جائے تو میں اطمینان کے ساتھ ایک کو چن لوں گا۔ مجھے اپنے محلّہ کا تجربہ ہے اپنے شہر کو جانتا ہوں۔ میں اپنے لوگوں کی اگلی پچھلی باتیں جانتا ہوں۔ میں ان کی لیاقت سے واقف ہوں میں خوب سمجھتا ہوں کہ ان میں سے کون کس کام کے لئے مفید ثابت ہوگا اب یہ باتیں کہنے کو تو آسان ہیں۔

لیکن ان کو سچا ثابت کرنے میں تو بے ایمان کے لئے سخت خطرے تھے۔ وہ کیسے دیہاتیوں اور شہریوں کو چھوٹے چھوٹے حلقوں میں خود کام کا موقع دے دیتے اس طرح ایک تو عوام کو اپنا کھوٹا کھرا دیکھنے کا تجربہ ہو جاتا دوسرے بڑے بڑوں کے اختیارات کم ہو جاتے تھے اب یہی سوچو کہ اگر کسی گاؤں میں ایک چھوٹی سی نہر بنانی ہے یا کسی سڑک کی مرمت کرانی ہے تو ضلع کے بڑے افسر یا کسی بڑے آدمی کے عزیز یا دوست تک پہنچنا پڑتا تھا۔ وہ پہلے تو سو طرح کے احسان جتاتا تھا پھر گھمانے پھرانے کے بعد ضلع یا شہر جاتا تھا اور عام طور پر یہ ہوتا تھا کہ کام پھر بھی نہیں ہوتا تھا۔ اس طرح بڑے لوگوں کی دھونس قائم رہتی تھی اور عام لوگ ان کے محتاج رہتے تھے۔ مگر پھر انہی عام لوگوں سے وہی خاص لوگ ووٹ مانگنے آ جاتے تھے۔

اب بنیادی جمہوریتوں کا زمانہ آیا ہے یہ طریقہ بہت سیدھا سادا اور مضبوط ہے پہلے پندرہ سو آدمی ایک نمائندہ چنیں گے پھر ایسے دس چنے ہوئے آدمی ایک انتظامی حلقہ یا پنچایت بن کر اپنے چھوٹے سے علاقے کی بہت سی ذمہ داریاں سنبھال لیں گے ان کے ذمے اپنے گاؤں کی ترقی کے کام ہوں گے۔ امن و امان آپس کے جھگڑے قصے مویشیوں کے جھگڑے یہ سب خود طے کریں گے۔ (باقی)

درخواست دعا: مکرم فتح محمد صاحب جو پہلے ربوہ میں رہتے تھے اور اب پشاور میں مقیم ہیں بعض حالات کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔ احباب دعا کریں کہ اللہ تعالے ان کی جملہ پریشانیوں کو دور کرے اور ان کے اہل و عیال کا حافظ و ناصر ہو

تقرر عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ

مندرجہ ذیل عہدیداران ۳۰ اپریل ۱۹۶۲ء تک کے لئے منظور کئے گئے ہیں۔ احباب نوٹ فرمالیں۔

نمبر شمار	نام	عہدہ	ایڈریس
۱	چوہدری عبداللطیف خانصاحب	پریذیڈنٹ	چاہ بھاگووال کیل کوٹ ضلع ملتان
۲	" " عبدالحمید خانصاحب	سیکرٹری مال	" " " " "
۳	" " سلطان علی خانصاحب	" " امور عامہ	" " " " "
۴	احمد علی خانصاحب (چوہدری)	" " اصلاح وارشاد	" " " " "
۱	شیخ حبیب اللہ صاحب	آڈیٹر	گوجرخان ضلع راولپنڈی
۱	علی محمد صاحب	پریذیڈنٹ	باہڑیانوالہ ضلع شیخوپورہ
۲	" " "	سیکرٹری مال	" " " " "
۱	مولوی غلام رسول صاحب	پریذیڈنٹ وسیکرٹری مال	کہوٹہ ضلع راولپنڈی
۱	چوہدری فتح علی صاحب	پریذیڈنٹ	چک $\frac{223}{9-R}$ ڈاکخانہ $\frac{213}{9-R}$ بہاولنگر
۲	چوہدری بشیر احمد صاحب باجوہ	سیکرٹری امور عامہ	" " " " " "
۳	اللہ دتہ صاحب	سیکرٹری مال	" " " " " "
۱	چوہدری غلام احمد صاحب	پریذیڈنٹ	چک ۲۳۳ گ ب ضلع لائلپور
۲	چوہدری منظور احمد صاحب	سیکرٹری مال	" " " " "
۱	چوہدری عطاء اللہ صاحب	سیکرٹری اصلاح وارشاد	چک ۹ پنیار ضلع سرگودھا
۱	مرزا عزیز محمد صاحب	پریذیڈنٹ	چیچہ وطنی ضلع منٹگمری
۲	چوہدری نثار احمد صاحب	سیکرٹری مال	" " " " "
۱	چوہدری نیاز محمد صاحب	امیر جماعت	چک $\frac{90}{12-L}$ ضلع منٹگمری
۲	چوہدری عبدالرحیم صاحب	سیکرٹری مال	" " " " "
۱	منظور احمد صاحب شاکر بی۔ اے	پریذیڈنٹ	موضع چھنی متصل ربوہ ضلع جھنگ
۲	قریشی اصغر علی صاحب	سیکرٹری مال	" " " " "
۳	قریشی رحمت علی صاحب	" " اصلاح وارشاد	" " " " "
۱	ماسٹر بشیر احمد صاحب	سیکرٹری مال	حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ
۱	چوہدری سردار خانصاحب	پریذیڈنٹ	[illegible] ضلع شیخوپورہ
۲	چوہدری حسین شمس صاحب	سیکرٹری مال	" " " " "
۱	چوہدری جلیل الرحمٰن صاحب	سیکرٹری امور عامہ	لیہ ضلع مظفر گڑھ
۱	ملک خان محمد صاحب	پریذیڈنٹ ذاتی	چک ۳۳ شمالی ضلع سرگودھا
۲	حافظ محمد الدین صاحب	سیکرٹری مال	" " " "
۱	چوہدری محمد امین صاحب نمبردار	پریذیڈنٹ	چک ۱۳۴ سرانوالی ضلع شیخوپورہ
۲	روشن الدین صاحب	سیکرٹری مال	" " " " "
۱	غلام احمد صاحب	پریذیڈنٹ	چک ۱۳ چلیکے ضلع شیخوپورہ
۲	چوہدری برکت علی صاحب	سیکرٹری مال	" " " " "

(ناظر اعلیٰ انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ)

ادائیگی زکوٰۃ اور عہدداران جماعت

آج کل عام طور پر زکوٰۃ کے متعلق بہت غفلت برتی جا رہی ہے۔ حالانکہ زکوٰۃ اسلام کے ان ارکان میں سے ایک رکن ہے جس کے انکار سے ایک مسلمان مسلمان نہیں رہتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ادائیگی زکوٰۃ کا تاکیدی حکم فرمایا۔ قرآن پاک میں بھی جہاں اقامت الصلوٰۃ کا حکم ہے۔ وہاں اتوالزکوٰۃ کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی احباب کی غالب اکثریت اسلام کے اس حکم پر عمل پیرا ہے۔ اور بہت سے دوست بغیر کسی تحریک کے زکوٰۃ کو اپنے فرائض میں سے ایک اہم فرض سمجھ کر باقاعدگی کے ساتھ ادا کر رہے ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزا

لیکن جہاں تک ہماری معلومات ہیں۔ جماعت میں بعض احباب ایسے موجود ہیں۔ جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ مگر وہ یا تو مسئلہ سے لاعلمی کی وجہ سے یا غفلت سے زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ عہدہ داران جماعت سے التماس ہے کہ زکوٰۃ کے متعلق تحریک فرماتے رہا کریں۔ اور جن احباب کے متعلق خیال ہو کہ ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے انہیں اس فرض کی ادائیگی کے لئے خصوصیت سے توجہ دلاتے رہا کریں۔ (ناظر بیت المال ربوہ)

اعلانات دارالقضاء

۱۔ مکرم مولوی محمد عبدالقادر صاحب صدیقی ساکن حیدرآباد دکن حال نزیل ربوہ مختار عام منجانب ورثاء مکرم مولوی حیدر علی صاحب مرحوم (حیدرآباد دکن) نے درخواست دی ہے۔ کہ مکرم مولوی حیدر علی صاحب ۵۷ء میں فوت ہوگئے ہیں۔ مرحوم کے نام دو کنال اراضی قطعات ۲۸ و $\frac{29}{2}$ محلہ دارالنصر ربوہ میں ہے مرحوم کے ورثاء میں صرف ایک بیوہ مسماۃ سعیدالنساء بیگم صاحبہ اور دو لڑکیاں مسماۃ امۃ الحی بیگم صاحبہ و مسماۃ امۃ السلام بیگم صاحبہ موجود ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی وارث نہیں ہے۔ اس لئے مذکورہ بالا دو کنال اراضی ان تینوں ورثاء کے نام منتقل کی جائے۔ اس درخواست کی تصدیق جناب امیر جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن نائب امیر جماعت نے کی ہوئی ہے۔ اگر کسی وارث وغیرہ کو اس پر کوئی اعتراض ہو تو بیس یوم تک اطلاع دیں بعد میں کوئی عذر مسموع نہیں ہوگا۔ (ناظم دارالقضاء ربوہ)

۲۔ محترمہ جنت بی بی صاحبہ زوجہ مرزا محمد دین صاحب مکان $\frac{63}{4}$ محلہ دارالبرکات ربوہ نے درخواست دی ہے۔ کہ میرے خاوند کی ایک امانت کی رقم مبلغ -/۲۶۰۰ روپے خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ میں زیر کھاتہ $\frac{123}{51-23}$ جمع ہے۔ چونکہ میرے خاوند مذکور بتاریخ $\frac{12}{59}$ کو وفات پاگئے ہیں۔ اس لئے یہ پوری رقم حصہ جائیداد (بروئے وصیت مرحوم) وضع کر کے میرے نام منتقل کر دی جائے۔ اس درخواست پر مرحوم کے پانچ بیٹوں (۱) مکرم مرزا نذیر احمد صاحب (۲) مرزا عبدالغنی صاحب (۳) مرزا بشیر احمد صاحب (۴) مرزا محمد یعقوب صاحب (۵) مرزا غلام رسول صاحب اور ایک دختر (محترمہ عزیزہ بیگم صاحبہ) کے دستخط ثبت کئے گئے ہیں۔ اگر کسی وارث وغیرہ کو اس پر کوئی اعتراض ہو تو ایک ماہ تک اطلاع دیں اس کے بعد کوئی عذر مسموع نہ ہوگا۔ (ناظم دارالقضاء ربوہ)

درخواست ہائے دعا

۱۔ برادرم مکرم مولوی غلام مصطفیٰ صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ گوجرانوالہ کچھ عرصہ ذیابیطس اور بلڈ پریشر کی وجہ سے بیمار ہیں۔ اور میو ہسپتال لاہور میں علاج کے لئے داخل ہیں۔ گو پہلے کی نسبت افاقہ ہے تاہم دعاؤں کی ضرورت ہے۔ بزرگان سلسلہ درویشان قادیان کی خدمت درخواست دعا ہے۔

(مولوی غلام احمد بدوملہی)

۲۔ خاکسار کی لڑکی امۃ الرحمٰن صاحبہ زوجہ مرزا جان عالم بیگ صاحب منیجر انجم بنک شیخوپورہ بعارضہ لقوہ عرصہ بیس یوم سے بیمار چلی آ رہی ہے۔ جس کی وجہ سے سخت تکلیف ہے۔ احباب جماعت برخورداری کی صحت کے لئے خاص طور پر دعا کریں۔ (مرزا نذیر علی کارکن دفتر بہشتی مقبرہ ربوہ)

۳۔ میری والدہ صاحبہ محترمہ مورخہ ۲۹ر اکتوبر کی صبح کو انتقال فرما گئیں۔ احباب و بزرگان جماعت مرحومہ کے لئے دعا کریں۔ (عبدالقیوم ولد مولوی محمد علی صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ مردان)

۴۔ میرے بھائی چوہدری محمد خان پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کلسیاں کے لئے دعا فرماویں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایک نہایت ضروری معاملہ میں کامیابی عطا فرماوے آمین۔

(احمد دین احمدی۔ کلسیاں ڈاکخانہ بھاکا بھٹیاں براستہ خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ)

۴۔ محمد اسمٰعیل صاحب لوڈ اسٹیشن ماسٹر نارووال ایک عرصہ سے فالج کی وجہ سے بیمار ہیں بزرگان سلسلہ اور درویشان قادیان سے عاجزانہ درخواست دعا ہے۔

(حکیم مرغوب اللہ جلیل دواخانہ مین بازار قلعہ شیخوپورہ)

دعائے مغفرت

میرا لڑکا لیاقت احمد عمر ۲۲ سال تعلیم ایف۔ اے جو مخلص احمدی تھا۔ بعارضہ بخار بیمار رہ کر مورخہ $\frac{12}{59}$ کو اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔ احباب اُن کے پسماندگان کے لئے دعا فرماویں۔ کہ خدا تعالیٰ صبر جمیل عطاء فرماوے۔ اور اس میرے بچہ کو خدا تعالیٰ جنت الفردوس نصیب کرے۔ آمین ثم آمین۔ (بشیر محمد زرگر سیدوالا حال سکونت منڈی روڑا روڈ)

حیدر آباد میں صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خاں کا شاہانہ استقبال

ریلوے اسٹیشن پر ممتاز شہریوں سے تبادلۂ خیالات

حیدر آباد ۱۶ دسمبر: کل صبح جب صدر ایوب خاص ٹرین "پاک جمہوریہ" کے ذریعے حیدر آباد پہنچے تو آپ کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ حیدر آباد کی تاریخ میں اس سے پہلے کسی مقتدر شخصیت کا ایسا استقبال نہیں ہوا تھا۔ سڑکوں پر پچاس ہزار سے زیادہ افراد جمع تھے۔ جو تالیوں اور نعروں سے صدر کو خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ تمام راستہ قومی پرچم اور پھولوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اور سرکاری اور نجی عمارتوں کی دلہن کی طرح آرائش کی گئی تھی۔ جگہ جگہ بینڈ باجے کا بھی انتظام تھا

خارج میدان میں بھی صدر کی تقریر سننے کے لئے ایک لاکھ سے زیادہ افراد جمع تھے۔ جب صدر ایوب اپنی زرد رنگ کی کیڈلک کار میں جلسہ گاہ پہنچے۔ تو حاضرین نے "زندہ باد" اور "پائندہ باد" کے نعروں سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ صدر نے ہاتھ ہلا کر لوگوں کے خراج تحسین کا جواب دیا۔ تقریر ختم ہونے کے بعد لوگوں کے زبردست ہجوم نے صدر کو گھیر لیا۔ اور وہ بڑی مشکل سے ریلوے سٹیشن پہنچ سکے۔ صدر کی کار کے پیچھے غیر ملکی اور ملکی نامہ نگاروں سے بھری ہوئی دو بسیں تھیں۔ یہ نامہ نگار اس دورے میں صدر کے ساتھ ہیں۔ ایک مصری نامہ نگار لوگوں کے ہجوم میں کھو گئے تھے۔ انہیں بہ ہزار دقت ریلوے سٹیشن پہنچایا گیا۔ صدر ایوب بعد ازاں خاص ٹرین میں داؤد پہنچ گئے۔

ممتاز شہریوں سے ملاقات

کل صدر محمد ایوب خان نے حیدر آباد ریلوے سٹیشن پر زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے ممتاز شہریوں سے تبادلۂ خیالات کیا۔ ان لوگوں نے صدر سے جو سوالات کئے وہ بنیادی جمہوریتوں سے لے کر مسئلہ کشمیر بلکہ اس سے متعلق صدر آئزن ہاور کے طرز عمل تک پھیلے ہوئے تھے۔ صدر نے بڑے صبر و تحمل کے ساتھ سوالات سنے اور ان کے جوابات دیئے بلکہ انہوں نے کئی سوال کرنیوالوں پر خود بھی سوالات کئے۔

صدر نے سوالات و جوابات کی اس کانفرنس میں خود لوگوں کو دعوت دی کہ وہ انقلابی حکومت کی کامیابیوں اور ناکامیوں پر تبصرہ کریں۔ اور آزادی کیساتھ اپنے رد عمل کا اظہار کریں۔ آپ نے اس خیال کا بھی اظہار کیا کہ صرف آزادانہ تبادلہ خیالات کے ذریعہ ہی اطمینان بخش طریقے پر ملک کے مسائل حل کئے جا سکتے ہیں۔ عوام نے بھی اس موقع کو غنیمت تصور کیا اور دل کی باتیں کھل کر کہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ اگر زرعی اصلاحات کے عاجلانہ فیصلوں پر زور دیا جاتا رہا تو اس سے غلط کارروائی کا خدشہ پیدا نہیں ہوگا۔ صدر نے جواب دیا کہ زرعی اصلاحات کی سکیم کی جلد تکمیل کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن جہاں تک اس کی سفارشات کا تعلق ہے وہ بڑے ٹھنڈے دل سے تیار کی گئی تھیں۔ آپ نے ایک سوال کرنیوالے کو بتایا کہ زرعی اصلاحات کی اہمیت کسی سے پوشیدہ نہیں لہٰذا حکومت جس کا واحد مقصد عوام کی بہبود ہے۔ اناڑی پن کے ساتھ ان اصلاحات کے بارے میں عجلت بازی کا ثبوت نہیں دے سکتی تھی۔

سوال:۔ بنیادی جمہوریتوں کے تحت ہونیوالے انتخابات میں کھڑے ہونے والے امیدواروں کے لئے کم از کم تعلیم کی حد کیوں مقرر نہیں کی گئی؟

جواب:۔ پاکستان کے صرف بیس فی صد لوگ پڑھے لکھے ہیں۔ اگر تعلیم کی حد مقرر کر دی جاتی۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ اسی فیصد لوگوں کو اپنا حق استعمال کرنے سے

. . . .

. . . .

. . . .

محروم کر دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ آپ تسلیم کریں گے کہ بعض اوقات ایک ان پڑھ آدمی عملاً لکھے پڑھے آدمیوں کی نسبت زیادہ عقلمند ثابت ہوتا ہے۔ صدر نے ایک اور شخص کے سوال کے جواب میں امید ظاہر کی کہ بنیادی جمہوریتوں کے نفاذ کے کچھ ماہ بعد ملک کی حالت تیزی سے بدلنے لگی ہے

آپ نے کہا کہ قومی تعمیر کے لئے ہر شخص کو اپنا پارٹ ادا کرنا پڑے گا۔ صدر نے کہا ملک میں پڑھے لکھے لوگوں کا بہت کم تناسب ہونے کی وجہ سے عوام کی اکثریت اپنی توانائیوں ہی سے آگاہ نہیں۔ بنیادی جمہوریتوں کے عملی نفاذ کے بعد وہ لوگ بھی قومی ترقی میں امداد دیں گے جن کے پاس نہ تو ریڈیو ہے اور نہ ہی وہ اخبار پڑھ سکتے ہیں

سکولوں میں یونیفارم کیلئے آخری تاریخ میں مزید ایک ماہ کی توسیع

غریب طلباء کو ویلفیئر فنڈ سے وردیاں بنوا کر دینے کی ہدایت

لاہور ۱۶ دسمبر محکمہ تعلیم سے متعلقہ باخبر ذرائع کی اطلاع کے مطابق مغربی پاکستان میں سکولوں کے طلبہ کے لئے ملیشیا کی وردیاں بنانے کی آخری تاریخ میں ایک ماہ کی مزید توسیع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس سے قبل اس مقصد کے لئے آخری تاریخ ۱۵ دسمبر مقرر کی گئی تھی

صوبائی حکومت نے مارشل لا ایڈمنسٹریٹر لیفٹیننٹ جنرل بختیار رانا کی تجویز کے مطابق صوبہ کے تمام سکولوں کے طلبہ و طالبات کے لئے وردیاں بنانے کی ہدایت اکتوبر ۱۹۵۹ء میں کی تھی اور اس مقصد کے لئے آخری تاریخ ۱۵ نومبر مقرر کی گئی تھی۔ لیکن ملیشیا کی قلت کے باعث بیشتر سکولوں کے طلباء اس تاریخ تک وردیاں نہ بنا سکے۔ چنانچہ متعلقہ ارباب اختیار نے ہیڈ ماسٹروں کے مشورہ کے پیش نظر آخری تاریخ میں پندرہ دسمبر تک کی توسیع کر دی تھی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اب اس تاریخ میں مزید ایک ماہ کی توسیع کرنے کا فیصلہ بھی سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں کے مشوروں کے مطابق کیا گیا۔ ان ہیڈ ماسٹروں کا بیان یہ ہے کہ بازار میں ملیشیا کی بدستور قلت ہے جس کی وجہ سے ہر جماعت میں متعدد طلبہ اس حکم کی پابندی نہ کر سکے رہے ہیں اس کے علاوہ بعض والدین غربت کے باعث اب تک اپنے بچوں کے لئے وردیوں کا بندوبست نہیں کر سکے

کہا جاتا ہے کہ صوبائی حکومت نے اس صورت حال کے پیش نظر نہ صرف وردیاں بنانے کی آخری تاریخ میں توسیع کر دی ہے بلکہ طلبہ کے والدین کو یہ اجازت دی ہے کہ اگر بازار میں ملیشیا دستیاب نہ ہو تو کھدر کو ہی ملیشیا کا رنگ دے کر وردیاں بنوا لی جائیں محکمہ تعلیم نے سکولوں کے منتظمین کو بھی یہ ہدایت کی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں غریب طلبہ پر سختی نہ کریں بلکہ ان کے لئے سکول کے ویلفیئر فنڈ سے وردیاں بنانے کا انتظام کر دیا

یہ امر قابل ذکر ہے کہ صوبائی حکومت کی ہدایت کے مطابق تمام سکولوں کے طلبہ کے لئے ملیشیا کی وردیاں لازمی قرار دی گئی ہیں اور طالبات کے لئے نیلے رنگ کی سوتی ڈبیٹہ نیلے رنگ کی قمیص اور لٹھے کی سفید شلوار وردی کے طور پر مقرر کی گئی ہے تاہم یورپین قسم کے سکولوں اور ایسے تعلیمی اداروں کو جہاں [illegible] پہلے سے ہی وردیوں کا سسٹم رائج ہے اس حکم سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔

غیر دعویدار مہاجر مزارعین مسائل

ملتان ۱۶ دسمبر وزیر بحالیات لیفٹیننٹ جنرل محمد اعظم خاں نے کل بہاول پور میں مہاجرین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت غیر دعویدار مہاجر مزارعین کے مسائل پر اپر غور و خوض کر رہی ہے اور اگر دعویداروں کے کلیموں کا تصفیہ ہو جانے کے بعد کوئی زمین بچی تو اس پر غیر دعویدار مزارعین کو بسانے کی کوشش کی جائیں گی۔

مزارعین کو دیہاتوں کی مختلف سکیموں کے تحت سرکاری اراضی اور زرعی علاقہ بھی الاٹ کیا جائے گا،

وزیر بحالیات نے کہا کہ سی ٹائپ کے ایک کمرہ والے کوارٹروں میں غیر دعویدار مہاجرین کو آباد کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ حکام ضلع کو ایسے کوارٹر تعمیر کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

پانچ لاکھ روپیہ کا سرمایہ لگانے کی اجازت

کراچی ۱۶ دسمبر غیر معمولی گزٹ میں اعلان کیا گیا ہے کہ کنٹرولر آف کیپیٹل ایشوز سے اجازت حاصل کئے بغیر ایک لاکھ روپے کی بجائے پانچ لاکھ روپے تک سرمایہ لگانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ گزٹ میں بتایا گیا ہے۔ بینکنگ کمپنیوں، انشورنس کمپنیوں اور پراویڈنٹ سوسائٹیوں کے سوا باقی تمام تجارتی کمپنیاں . . .

. . . . میں

سارا یا جزوی طور پر غیر ملکی سرمایہ لگا ہوا ہو۔ ایک لاکھ روپے کی بجائے پانچ لاکھ روپے تک کا سرمایہ کنٹرولر آف کیپیٹل ایشوز کی اجازت حاصل کئے بغیر لگانے کی مجاز ہیں

---

(۳) اس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی جمہوریتیں عوام میں خدمت کا جذبہ پیدا کریں گی۔ آپ نے کہا اگر ملک کو تیز ترقی سے ہمکنار کرنا مقصود ہو تو عوام کو اپنے فرائض کا احساس کرنا پڑے گا۔ اور ایسے لوگوں کو آگے نہیں آنے دینا چاہئے جو بدعنوانی کے لئے شہرت رکھتے ہیں

مکرم ماسٹر ضیاء الدین صاحب کے اعزاز میں شاندار الوداعی تقریب

تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلبہ اور ممبران اسٹاف کی طرف سے پُرخلوص جذباتِ محبت کا اظہار

(ربوہ ۱۷ دسمبر) کل شام تعلیم الاسلام ہائی سکول کے طلبہ اور ممبران اسٹاف کی طرف سے سکول کے ایک ہر دلعزیز اور واجب الاحترام استاد مکرم جناب ماسٹر ضیاء الدین صاحب کے ریٹائر ہونے پر ان کے اعزاز میں ایک الوداعی تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ جس میں سکول کے جملہ ممبران اسٹاف اور بعض طلبہ کے علاوہ مکرم جناب سید میر داؤد احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ اور تعلیم الاسلام کالج کے بعض ممبرانِ اسٹاف نے بھی شرکت فرمائی۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد جو مکرم ماسٹر محمد ابراہیم صاحب نے کی۔ پہلے طلبہ کی طرف سے سیف الرحمٰن منتظم درجہ دہم نے مکرم ماسٹر صاحب کی خدمت میں ایڈریس اور بعض بیش قیمت تحائف پیش کئے۔ بعد ازاں سکول کے ممبران اسٹاف کی طرف سے مکرم جناب ماسٹر چوہدری غلام رسول صاحب نے ایڈریس پڑھ کر سنایا۔ ان ہر دو ایڈریسوں میں ماسٹر صاحب موصوف کی خدمات جلیلہ کا اعتراف کرتے ہوئے نہایت درجہ محبت اور خلوص کا اظہار کیا گیا تھا۔ مکرم ماسٹر صاحب موصوف نے جن پر دونوں جذبات کی وجہ سے رقت کا عالم طاری تھا اپنی جوابی تقریر میں طلبہ اور ممبران اسٹاف کی طرف سے جذباتِ محبت کے پرخلوص اظہار پر ان کا شکریہ ادا کیا اور دعا کی پُرزور درخواست پر اپنے پُردرد خطاب کو ختم فرمایا۔

آخر میں مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب ہیڈ ماسٹر نے جن کی زیر صدارت یہ تقریب منعقد ہوئی تھی حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے مکرم ماسٹر صاحب موصوف کی تعلیمی خدمات اور علی الخصوص طلبہ کی دینی تربیت کا خاص خیال رکھنے کے قابل قدر وصف کی بہت تعریف کی۔ آپ نے سکول کے نئے اساتذہ کو بھی توجہ دلائی کہ وہ بھی اس امر کا خاص خیال رکھیں کہ سکول کے طلبہ اسلامی ماحول میں تربیت پا کر اسلام کے بہترین خادم ثابت ہوں تا کہ سکول کی دیرینہ روایات آئندہ بھی پوری شان کے ساتھ جاری رہیں۔

آخر میں مکرم ہیڈ ماسٹر صاحب کی درخواست پر مکرم جناب سید میر داؤد احمد صاحب نے دعا کرائی۔ اور یہ بابرکت تقریب دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

لیڈر (بقیہ صفحہ ۲)

پڑی ہے۔ میں اپنے بچے کا کفن خریدنے آیا تھا۔ لیکن کسی نے میری جیب سے ۲۵ روپے نکال لئے اب مردہ بچے کی تجہیز و تکفین کیسے ہوگی؟ اس مظلوم شخص کی یہ کیفیت دیکھ کر میرا دل بھر آیا۔ میرے ضمیر نے مجھے ملامت کی۔ چنانچہ میں اس شخص کے پاؤں پر گر پڑا۔ میں نے اس کو بتایا کہ وہ بدبخت میں ہی ہوں جس نے تمہاری جیب کاٹی تھی۔ اس سے معافی مانگی اور درخواست کی کہ مجھے جو چاہے سزا دے لے۔ لیکن اس بندۂ خدا نے میرے سے کام لیا۔ مجھے معاف کر دیا۔ اور لوگوں سے بھی کہا کہ اس سے کوئی تعرض نہ کریں۔ اس کی یہی سزا کافی ہے۔ اس مرد خدا نے مجھے دعا بھی دی کہ جا خدا تیرا بھلا کرے گا جانے کو تو میں اپنے گھر چلا گیا۔ لیکن میری راتوں کی نیند حرام ہو گئی ہے۔ مجھے کسی طرح چین نہیں آ رہا تھا میرا ضمیر مجھے ہر وقت ملامت کرتا رہتا ہے۔ چار راتوں سے تو میں بالکل نہیں سو سکا ہوں۔ نہ کچھ کھانے کو ہی جی چاہتا ہے اور اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مجھے میرے گناہوں کی سزا ملنی چاہیئے۔ اسی صورت میں مجھے چین آئے گا۔ میں اپنے لئے یہی سزا تجویز کرتا ہوں کہ میرے دونوں ہاتھ کاٹ دیئے جائیں یا مجھے گولی مار دی جائے۔

حاجی اپنی داستان سنا رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ داستان ختم ہو جانے کے بعد فاضل مجسٹریٹ نے اسے پولیس کے حوالے کر دیا۔ (ایشیا لاہور ۷ دسمبر)

اس واقعہ سے جو سبق ملتا ہے وہ یہ ہے کہ انسان بدلنا چاہے تو ہر وقت بدل سکتا ہے۔ اس لئے اگر آج دنیا برائیوں میں ڈوبی ہوئی ہے تو مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اک ذرا جھٹکے کی ضرورت ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر یہی نوید دی ہے اور ہر احمدی یقین رکھتا ہے کہ دنیا کی یہ حالت ہمیشہ تک نہیں رہ سکتی۔ وہ بدلے گی اور ضرور بدلے گی اسلام انسان کو ”احسن تقویم“ کے مقام کی طرف ضرور لوٹا لائے گا۔ انشاء اللہ

”پاکستان آبپاشی کے متبادل انتظامات دس سال کے اندر مکمل کر لے گا“

راولپنڈی میں عالمی بنک کے وفد کے قائد کا بیان

راولپنڈی ۱۷ دسمبر۔ عالمی بنک کے وفد کے لیڈر مسٹر ایس ایلڈرویر نے امید ظاہر کی ہے۔ کہ پاکستان نہری پانی کے متبادل انتظامات کے سلسلے میں جلد ہی نہروں کی کھدائی اور بندوں کی تعمیر کے کام کا آغاز کر سکیگا۔ اور اس منصوبے کو دس سال کے اندر اندر مکمل کرے گا۔

کل مسٹر ایلڈرویر عالمی بنک کے چار دوسرے ماہرین کی معیت میں تعمیرات کے مجوزہ پروگرام کے مالی اور غیر مالی پہلوؤں کے متعلق مسٹر محمد شعیب وزیر خزانہ سے تبادلہ خیالات کیا۔ وفد کل ہی لاہور سے بذریعہ طیارہ راولپنڈی پہنچا تھا۔ اور راولپنڈی میں قریباً چھ گھنٹے گزارنے کے بعد شام کو لاہور واپس چلا گیا۔ جہاں وہ مغربی پاکستان کے پانی اور بجلی کے ترقی ادارے کے افسروں سے اپنی بات چیت جاری رکھے گا۔ متبادل نہروں اور بندوں کی تعمیر بہت بڑے پروگرام پر مشتمل ہے۔ اور یہ پروگرام عالمی بنک کے منصوبے کا جزو ہے۔ جس کے ذریعے پاکستان کو یہ اطمینان دلانا مقصود ہے۔ کہ آئندہ دس برس میں اس کا آبپاشی کا نظام خود کفیل ہو جائیگا۔ اور اس طرح نہری پانی کا دیرینہ جھگڑا نپٹ جائے گا۔ ان متبادل انتظامات کے اخراجات ایک ارب ڈالر کے اس فنڈ سے پورے کئے جائیں گے۔ جو سندھ کے طاس کے ترقیاتی فنڈ کے نام سے موسوم ہوگا اور جو امریکہ برطانیہ۔ آسٹریلیا نیوزی لینڈ مغربی جرمنی اور بھارت کے عطیوں اور قرضہ کی رقوم سے تیار کیا جائے گا۔

مردم شماری ۱۹۶۱ء میں ہوگی

لاہور ۱۷ دسمبر۔ دوسری مردم شماری کے متعلق کل جو اطلاع شائع ہوئی تھی۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ مردم شماری ۱۹۶۰ء میں ہوگی۔ ایک سرکاری اعلان کے مطابق یہ اطلاع غلط ہے۔ دراصل آئندہ مردم شماری ۱۹۶۱ء کے اوائل میں ہوگی۔

وزیر اعظم ایران ۲۶ دسمبر کو لاہور آئیں گے

لاہور ۱۷ دسمبر ایران کے وزیر اعظم ڈاکٹر منوچہر اقبال تہران یونیورسٹی کے چانسلر ڈاکٹر احمد فرہاد کی معیت میں ۲۶ دسمبر کو لاہور آ رہے ہیں آپ ۲۹ دسمبر کو راولپنڈی کو روانہ ہو جائیں گے ۲۸ دسمبر کو پنجاب یونیورسٹی ایک خصوصی تقریب منعقد کرے گی جس میں منوچہر اقبال اور ڈاکٹر فرہاد کو ڈاکٹر آف لاز کی اعزازی ڈگریاں عطا کی جائیں گی۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۲